٨

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۳/۲۰۷۵
مورخہ
جامعہ دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم و مکرم جناب مفتی صاحب (دامت برکاتہم)
مسنونہ سلام کے بعد امید ہے کہ مزاج بخیریت ہوں گے
حضور والا چند ایک سوالات ہیں۔ جن کے جوابات مطلوب ہیں۔
امید قوی ہے کہ بندہ کو تفصیلی جوابات سے نوازا جائیگا۔

1- اکثر کتب فقہ میں ہے وہ کتب فقہ عربی میں ہوں یا موجودہ دور
کے اردو فتاویٰ جات ہوں اس میں ایک مسئلہ لکھا جاتا ہے یا
جزئیہ کہہ لیں کہ مرض اور عذر کے وقت میاں اور بیوی تو ایکدوسرے
کو استنجا کرا سکتے ہیں۔ اگر میاں بیوی نہ ہوں تو استنجا کا حکم
ساقط ہو جائیگا۔ اگر ابا حضور بوڑھے ہوں اور والدہ ضعیفہ ہوں
ماسوائے بیٹوں کے اور کوئی استنجا کرانے والا نہ ہو۔ تو کیا اس صورت
میں اس فقہی جزئیہ کے مطابق بوڑھے ماں باپ گندگی میں لت
پت پڑے رہیں گے یا صفائی کروانے کی کوئی اور صورت بنے گی؟

2- ایک آدمی نماز میں شریک ہوا امام اس وقت دوسرے سجدہ میں تھا
تو مقتدی نے وہ سجدہ امام کے ساتھ کر کے جبکہ امام کھڑا ہو گیا۔ دوسرا
سجدہ بھی کر لیا۔ کے بعد مقتدی کو شک ہو گیا تو کیا امام کی مخالفت کی وجہ
سے مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں اس
پر اگر کوئی جزئیہ صریحہ ہو تو اسکو نقل فرمائیں۔

3- قیامت کے دن مومن مطیع کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور کافر
کو بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔ تو مومن فاسق و فاجر کو نامہ اعمال ملے گا
یا نہیں۔ اگر ملے گا تو کس ہاتھ میں؟ (4) نیز اس روایت کا کہاں تک
ثبوت ہے جو واعظ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام
کی کشتی میں لوگ گندگی کرتے تھے۔ تو ایک بیمار آدمی کشتی میں گر گیا
تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر سارے بیمار اس گندگی میں لوٹ پوٹ ہونا شروع
ہو گئے۔ (5) نیز اس روایت کا کیا ثبوت ہے کہ مومن مسجد میں ایسے جیسے
مچھلی پانی اور منافق ایسے جیسا پرندہ پنجرے میں کیا یہ حدیث ہے یا کسی
بزرگ کا قول ہے؟

دار الافتاء

(6) اس دور میں حلال کمانا یا کھانا انتہائی مشکل ہو گیا۔ لوگ طرح طرح
حیلے بہانے سے اور طرح طرح کی چالاکیوں سے مال کو جمع کر رہے ہیں۔
ان چالاکیوں کی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی کو نقدی پیسوں
کی ضرورت ہے۔ وہ کھاد والے کے پاس جاتا ہے یا کریانہ والے کے پاس یا
موٹر سائیکل والے کے پاس تو موٹر سائیکل یا کھاد یا چینی وغیرہ اس مالک سے
لیکر اسی مالک کو کم قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ یا کسی اور کو دے
دیتا ہے۔ کیا شریعت مطہرہ میں ان حیلوں کی گنجائش ہے۔ یہ صورت
سود میں داخل ہوگی یا کسی گناہ کی صورت بنے گی یہ تو آج دور کا رواج
بن گیا۔ اکثر کاروباریوں کا وطیرہ بن گیا۔ بعض نام نہاد مولوی ان تاجروں
کو کہتے ہیں یہ کام کرتے رہو سود کے بعد کچھ کفارہ وغیرہ کی صورت میں
ادا کر دینا۔ اور بسا اوقات چیک کے ذریعے بینک سے نکال لیتے
یعنی ڈرافٹ ادا کرتے ہیں۔ تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا

Date:

⑤ دیہاتوں اور قصبوں میں کچی مساجد شہید کی جاتی ہیں۔ پھر جو مسجد کے صحن کی مٹی ہوتی ہے۔ وہ مٹی لوگ اٹھا کر اپنے گھروں کے صحن میں ڈال دیتے ہیں۔ یا جانوروں کے نیچے یا سڑکوں پر ڈال دیتے ہیں۔ تو اسکی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔

⑥ ایک آدمی مسئلہ حیات انبیاء کو فروعی مسئلہ کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ پنجاب کے لوگوں کی خرمستیاں ہیں۔ تو اسکی وضاحت فرمائیں کیا یہ فروعی مسئلہ ہے۔ اور پنجاب کے ساتھ خاص ہے یا ہر مسلمان کے عقیدہ کا جزء ہے۔ اور ایسے آدمی کے بارے کیا حکم ہے جو فروعی کہتا ہے نیز ایسے آدمی کی تقریر میں سننا کیسا ہے۔

دار الافتاء

بینوا توجروا

السائل

ابو ذکریا عبدالجبار محمدی حنفی

گوٹھ قمر شاہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

29 ربیع الثانی 1440ھ بروز منگل

(جواب منسلک ہے)

۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًاومصليًا

(۱)۔۔۔ایسی صورت میں معذور والد (جو کہ خود استنجاء کرنے پر قادر نہ ہو) کے پاس اگر اپنے مال میں گنجائش ہو تو وہ اس کام کیلئے کوئی ملازم رکھ سکتے ہیں، اور اگر ملازم رکھنے کی گنجائش نہ ہو اور ان کی اہلیہ بھی انہیں استنجاء وغیرہ نہ کرواسکے تو انکے بیٹے وغیرہ ان کو استنجاء کرواسکتے ہیں، البتہ اہلیہ کے علاوہ جو کوئی انہیں استنجاء کروائے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان ان کے ستر کی طرف نہ دیکھے اور ہاتھ پر پلاسٹک کی موٹی تھیلی وغیرہ چڑھا کر استنجاء کروائے تاکہ شرمگاہ کا مس نہ ہو۔

واضح رہے کہ عام کتبِ فقہ میں میاں بیوی کی عدم موجودگی کی صورت میں جو استنجاء کے ساقط ہونے کا حکم لکھا گیا ہے، وہ اس وقت ہے جب معذور کے پاس کسی کو ملازم رکھنے کیلئے مال نہ ہو یا بیوی اور دیگر قریبی رشتہ دار موجود نہ ہوں یا موجود تو ہوں لیکن اس کام کیلئے تیار نہ ہوں۔(مستفاد من التبویب ۱۲۸۹/۵۸)

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (٥ / ١٨٠)

قال محمد بن مقاتل الرازي: لا بأس بأن يتولى صاحب الحمام عورة إنسان بيده عند التنوير إذا كان يغض بصره كما أنه لا بأس به إذا كان يداوي جرحاً أو قرحاً، قال الفقيه: وهذا في حالة الضرورة لا في غيرها؛ لأن كل موضع لا يجوز النظر إليه لا يجوز مسه، إلا من فوق الثياب،

الفتاوى الهندية – (١ / ١٥٨)

وتستر عورته بخرقة من السرة إلى الركبة، كذا في محيط السرخسي، وهو الصحيح، كذا في المحيط.ظاهر المذهب أن يستر عورته الغليظة دون الفخذين، كذا في الخلاصة هو الصحيح، كذا في الهداية، ويستنجى عند أبي حنيفة ومحمد – رحمهما الله تعالى – كذا في محيط السرخسي.

وصورة استنجائه أن يلف الغاسل على يديه خرقة ويغسل السوأة؛ لأن مس العورة حرام كالنظر إليها، كذا في الجوهرة النيرة.

دار الافتاء
جامعة دار العلوم كراچی

(۲)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں مقتدی پر دوسرا سجدہ کرنا واجب نہیں تھا، اس پر امام کی متابعت میں اس کے ساتھ قیام کیلئے اٹھ جانا واجب تھا، تاہم دوسرا سجدہ کرلینے کی وجہ سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوئی، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہوا۔

تحفة الفقهاء – (١ / ٢١٦)

ولو أدرك الإمام في سجود السهو فكبر وشرع في صلاته فعليه أن يتابعه في سجود السهو لأن المتابعة واجبة عليه في جميع أفعال صلاة الإمام وسجود السهو من أفعال صلاته وإن أدركه بعدما سجد السجدة الأولى فله أن يتابعه

(جاری ہے۔۔۔)

في السجدة الثانية وليس عليه أن يقضي السجدة الفائتة لأنه ما وجب عليه أداؤها بحكم المتابعة لأنه لم يكن في صلاته وقت أدائها فلا يجب عليه القضاء

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (١ / ٤٦٧)

(قوله ولو فرضنا إدراكه إلخ) صورته أدرك الإمام وهو في السجدة الأولى من الركعة الثانية وقعد من غير سجود معه ح (قوله فمقتضى القواعد أنه يقضيهما) مراده بالقواعد الواحدة بناء على أن أل الجنسية تبطل الجمعية، وتلك القاعدة هي أن من فاته شيء من الصلاة بعد اقتدائه أعاده كاللاحق وهذا في حكمه ح.

أقول: عموم هذه القاعدة على هذا الوجه لم أر من ذكره، نعم وجوب فعل هاتين السجدتين مع الإمام مسلم لوجوب المتابعة وإن لم تحسبا له من الركعة التي يقضيها. وأما لزوم قضائهما، فإن أراد به أنه يأتي بهما في الركعة التي يقضيها فمسلم أيضا، وأما إن أراد أنه يأتي بهما زيادة على الركعة المذكورة كما هو المتبادر من كلامه فيحتاج إلى نقل، والمنقول وجوب المتابعة وأنه يقضي ركعة تامة فقط. قال في البحر قبيل باب قضاء الفوائت: وصرح في الذخيرة بأن المتابعة فيهما واجبة، ومقتضاه أنه لو تركهما لا تفسد صلاته، وقد توقفنا في ذلك مدة حتى رأيته في التجنيس. وعبارته: رجل انتهى إلى الإمام وقد سجد سجدة فكبر ونوى الاقتداء به ومكث قائما حتى قام الإمام ولم يتابعه في السجدة ثم تابعه في بقية الصلاة فلما فرغ الإمام قام وقضى ما سبق به تجوز الصلاة إلا أنه يصلي تلك الركعة الفائتة بسجدتها بعد فراغ الإمام وإن كانت المتابعة حين يشرع واجبة في تلك السجدة اهـ كلام البحر. فقد صرحوا بوجوب المتابعة ولم يذكروا أنه يصلي ركعة تامة ويسجد فيها ثلاث سجدات أو أربعا قضاء عما لم يتابع فيه، على أن الواجب هو المتابعة وهي لا يمكن قضاؤها بعد فواتها لأن السجود لم يجب عليه لذاته لأنه غير محسوب من صلاته،وإنما وجب عليه لئلا يخالف إمامه، نعم صرحوا بوجوب سجدتي السهو فيما لو اقتدى بإمام عليه سهو قبل أن يسجد ولم يتابع إمامه فيه فإنه يأتي بالسجدتين بعد فراغه استحسانا لأن في تحريمته نقصانا لا ينجبر إلا بسجدتين، وبقي النقصان لانعدام الجابر كذا قالوا، وهذه العلة لا توجد هنا، إذ لا نقصان

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (٢ / ٩٦)

وإذا زاد في صلاته ركوعاً أو سجوداً ذكر في ظاهر الرواية: أنه لا تفسد صلاته هذا ظاهر، فإن من اقتدى بالإمام والإمام ساجد كان عليه أن يسجد معه، وكانت السجدة له زيادة وكذلك لو تلا آية السجدة في الصلاة لزمه سجدة التلاوة، وهذه السجدة ليست من موجبات تحريمته، فثبت أن زيادة

(جاری ہے۔۔۔)

السجدة في الصلاة لا تفسد الصلاة، وكذلك إن زاد سجدتين أو أكثر لا تفسد صلاته؛ لأن الجنس واحد، فهيَ وإن كثرت كأنها سجدة واحدة.

(٣)۔۔۔ مطیع وفرمانبردار مسلمانوں کی طرح گنہگار مسلمانوں کو بھی نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور بائیں ہاتھ میں یا پشت کی طرف سے نامۂ اعمال صرف کفار کو ہی دیا جائے گا، کیونکہ جن آیات میں بائیں ہاتھ میں یا پشت کی طرف سے نامۂ اعمال ملنے کا ذکر ہے، ان کے سیاق وسباق میں کفار کا ذکر ہے، جیسے سورۂ حاقہ میں "{ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ اس آیت کے چند آیات بعد إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ "جس میں صراحۃً ایمان کی نفی ہے اور سورۂ انشقاق میں" وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ "اس دو آیت کے بعد" إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ "جس میں آخرت کا انکار ہے، جو کہ کفر ہے لہٰذا اس کے تقابل سے پتا چلتا ہے کہ مؤمنین کو دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا، چاہے متقی ہو یا گنہگار (مستفاد من تفسیر معارف القرآن جلد ۵ ص ۵۰۸)

تفسير الألوسي - (٢٢ / ٢٩٩)

{ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كتابه وَرَاء ظَهْرِهِ } أي يؤتاه بشماله من وراء ظهره قيل تغل يمناه إلى عنقه وتجعل شماله وراء ظهره فيؤتى كتابه بشماله وروى أن شماله تدخل في صدره حتى تخرج من وراء ظهره فيأخذ كتابه بها فلا تدافع بين ما هنا وما في سورة الحاقة حيث لم يذكر فيه الظهر ثم هذا إن كان في الكفرة وما قبله في المؤمنين المتقين فلا تعرض هنا للعصاة كما استظهره في «البحر» وقيل لا بعد في إدخال العصاة في أهل اليمين أما لأنهم يعطون كتبهم باليمين بعد الخروج من النار كما اختاره ابن عطية أو لأنهم يعطونها بها قبل لكن مع حساب فوق حساب المتقين ودون حساب الكافرين ويكون قوله تعالى { فسوف يحاسب حساباً يسيراً } [الانشقاق : ٨] من وصف الكل بوصف البعض وقيل إنهم يعطونها بالشمال وتميز الكفرة بكون الإعطاء من وراء ظهورهم ولعل ذلك لأن مؤتي الكتب لا يتحملون مشاهدة وجوههم لكمال بشاعتها أو لغاية بغضهم إياهم أو لأنهم نبذوا كتاب الله وراء ظهورهم .

(۴)۔۔۔ ایسی کوئی روایت ہمیں نہیں ملی۔

(۵)۔۔۔ تلاش کے باوجود ایسی کوئی حدیث تو نہیں ملی، البتہ بعض کتابوں میں اسے امام مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ کہا گیا ہے۔

كشف الخفاء ت هنداوي (٢/ ٣٥٥) إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: ١١٦٢هـ)

٢٦٨٩: المؤمن في المسجد كالسمك في الماء والمنافق في المسجد كالطير في القفص . لم أعرفه حديثا وإن اشتهر بذلك ، ويشبه أن يكون من كلام

(جاری ہے۔۔۔)

مالك بن دينار فقد نقل المناوي عنه انه قال المنافقون في المسجد كالعصافير في القفص

فيض القدير – ط العلمية (٦/ ١١٢)

(فائدة) قال مالك بن دينار : المنافقون في المساجد كالعصافير في القفص ، وكان أبو مسلم الخولاني يكثر الجلوس في المساجدويقول : المساجد مجالس الكرام.

(۶)۔۔۔اس میں پہلی صورت (کہ جس میں خریدار اصل مالک کو ہی دوبارہ کم قیمت پر فروخت کردیتا ہے) بیع عینہ کی ہے جو کہ ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

اور دوسری صورت (کہ جس میں خریدار اصل مالک کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو بیچتا ہے) بیع تورق کی ہے، جس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ وہ تیسرا شخص اصل مالک کا نہ نمائندہ ہو اور نہ اس کا اصل مالک کو دوبارہ بیچنا پہلے سے مشروط یا معروف ہو۔

فقه البيوع للعلامه المفتي محمد تقي العثماني – (٥٤٧/١)

ومن البيوع المؤجلة ما يسمّى "عينة" وهى على اختلاف اصطلاح الفقهاء على قسمين:

الأول:ماعرفه النووي رحمه الله تعالى بقوله:"وهو أن يبيع غيره شيأ بثمن موجل،ويسلمه اليه،ثم يشتريه قبل قبض الثمن بأقل من ذالك الثمن نقدا"..............

والحنفية عمّموا عدم الجواز ولو كان البيع الأول حالّا،ولم ينقدالثمن فى المجلس. فقد جاء فى الهداية:"ومن اشترى جارية بألف درهم حالة أو نسيئة فقبضها ثم باعها من البائع بخمسمائة قبل أن ينقد الثمن الأول لا يجوز البيع الثاني

وفى بحوث فى قضايا فقهية معاصرة٦٠/٢

وحاصل ما ذكرنا فيما سبق أن التورق عملية جائزةفى نفسها،وغايه ما فى الباب- كما قال ابن الهمام – أنه خلاف أولىٰ ان كان البائع يعلم ان المشترى محتاج إلىٰ نقود لأغراضه الشخصية ولايشترى السلعة بثمن غال الا بسبب حاجته اليها

دار الافتاء

(۷)۔۔۔ایسی صورت میں مسجد کے صحن کی مٹی یا ملبہ وغیرہ کو لوگوں کیلئے اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں، بلکہ مسجد کے ملبہ (مٹی، اینٹیں، لکڑیاں وغیرہ) کا حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اگر اسی مسجد میں اسے استعمال کیا جاسکتا ہو تو وہاں اسے استعمال کیا جائے، یا پھر اس کو فروخت کر کے اسکی رقم مسجد میں استعمال کی جائے۔ اور اگر اس

(جاری ہے۔۔۔)

مسجد کو ضرورت نہیں تو قریب کی کسی ایسی مسجد میں بھی وہ ملبہ یا اُس کی قیمت لگائی جاسکتی ہے، جہاں اس کی ضرورت ہو۔

حاشية ابن عابدين (٤ / ٣٧٦):

مطلب في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته (قوله: وفي فتاوى قارئ الهداية إلخ) حيث قال سئل عن وقف انهدم ولم يكن له شيء يعمر منه، ولا أمكن إجارته ولا تعميره، هل تباع أنقاضه من حجر وطوب وخشب؟ أجاب: إذا كان الأموال كذلك صح بيعه بأمر الحاكم، ويشترى بثمنه وقف مكانه فإذا لم يمكن رده إلى ورثة الواقف إن وجدوا ولا يصرف للفقراء. اهـ.

قلت: الظاهر أن البيع مبني على قول أبي يوسف والرد إلى الورثة أو إلى الفقراء على قول محمد، وهو جمع حسن حاصله أنه يعمل بقول أبي يوسف، حيث أمكن وإلا فبقول محمد تأمل

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (٤ / ٣٦٠):

مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه قلت: لكن الفرق غير ظاهر فليتأمل والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض، كما أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني وكفى بهما قدوة، ولا سيما في زماننا فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم، ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه،

(۸)۔۔۔یہ سوال واضح نہیں، اس میں فروعی مسئلہ سے کیا مراد ہے، اسکی وضاحت آجانے کے بعد جواب دیا جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم.

محمد اویس

محمد اویس سیالکوٹی عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۱۹/ شعبان المعظم / ۱۴۴۰ھ

25/اپریل/2019ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

۱۹/ شعبان المعظم / ۱۴۴۰ھ

25/اپریل/2019ء

الجواب صحیح

بندہ محمود الحسن عفی عنہ

۱۹/۸/۱۴۴۰ھ